خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 127

Track - 2

46:00

''علم سینہ سے کیا مراد ہے اور کیا روحانیت سیکھی جاسکتی ہے؟''

تخلیقی علوم جس سے تخلیق کی جاتی ہے اس کو ہم روحانیت کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔یہ جو تخلیقی علم ہے یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دے کر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجا غار حرا میں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور پاک ﷺ سے کہا ... اقراء باسم ربک الذی خلق ... پڑھ اپنے رب کے حکم سے ... اقراء باسم ربک الذی خلق ... خلق الانسان من علق ... جو تخلیق کرنے والی ہستی ہے۔اور ایک پھٹکی سے تخلیق کرتی ہے۔ جہاں تک یہ سوال ہے کہ روحانیت علم سینہ ہے اورکہا بھی یہ جاتا ہے کہ روحانیت علم سینہ ہے ۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی علم ہو وہ وحی کا علم ہو، سائنس کا علم ہوکوئی بھی علم ایسا نہیں ہے کہ جس کو ہم یہ کہیں کہ علم سینہ نہیں ہے۔علم سینہ سے مراد یہ ہے کہ ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں علوم کا منتقل ہونا۔یا یہ کہ ایسا علم منتقل ہونا کہ جس کے لئے کتابیں نہ ہوں، قلم نہ ہو، تختی نہ ہواور پڑھے لکھے بغیر وہ علم جو ہے وہ منتقل ہوجائے۔جیسے جتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے ان کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ انہوں نے کسی مکتبہ میں یا کسی مدرسے میں تعلیم حاصل نہیں کی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باعث تخلیق کائنات جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی اور جس ہستی پر اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم کی تکمیل کی ان کے بارے میں بھی تاریخ یہی بتاتی ہے سب لوگ جانتے ہیںکہ آخر وقت تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دستخط کرنے نہیں آتے تھے اور انہوںنے دستخط کرنا سیکھا بھی نہیں تھا۔لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ علم سینہ جو حضور پاک ﷺ کو علم منتقل ہوا وہ ظاہر نہیں تھا۔قرآن پاک سارے کا سارا روحانی علوم کی بنیاد ہے روحانی علوم کے فارمولے ہیں۔ روحانی علوم کی قرآن پاک دستاویز ہے۔سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم منتقل ہوا زبان کے ذریعے۔ بیچ میں کوئی کتاب نہیں آئی اس لئے اس کو کہتے ہیں کہ صاحب یہ علم سینہ ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ جب ہم کوئی علم پڑھتے ہیں مثلاً ایک بچہ ہے چھوٹا سا دو سال کا یا تین سال کا اس کو آپ اسکول میں داخل کریں اس کے سامنے آپ

ABCD

کی کتاب رکھ دیں اور استاد جو ہے وہ

کو لکھ کر یا پڑھ کر اسے نہ سنائے یا بچے سے یہ نہ کہے کہ یہ اے ہے یہ بی ہے
یہ سی ہے یہ ڈی ہے تو بچہ قاعدہ نہیں پڑھ سکتا۔تو یہ ایک اصطلاح ہے پتہ
نہیں کہاں سے چلی آرہی ہے علم سینہ ہے، روحانیت علم سینہ ہے، روحانیت
علم سینہ ہے، روحانیت علم سینہ ہے۔ علم سینہ سے مراد یہ ہے کہ روحانیت کے
جو علوم ہیں اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے رموز اللہ تعالیٰ کے راز اور اللہ تعالیٰ
کی مشیت کام کرتی ہے اسی لئے لوگ ان علوم کو عام طور پر ظاہر نہیں
کرتے۔پہلے ان کو تیار کرتے ہیںذہنی طور پر اور جسمانی طور پر بھی۔پھر وہ
علوم جو ہیں انہیں سکھائے جاتے ہیں۔ تو اب یہ کہنا کہ صاحب یہ علم سینہ کے
علوم تھے اور اس کو تحریری طور پر سامنے کردیا گیا کیا لوگ اس سے سیکھ
سکتے ہیںیا نہیں سیکھ سکتے ہیں کیا اس سے لوگوں کے ذہنوں پہ کوئی بار تو
نہیں پڑے گا نقصان تو لوگ نہیں اٹھالیں گے؟ اس میں یہ کہ ہم نے کیا عام کردیا
ہم تو وہی بات کرتے ہیں جو قرآن پاک میں پہلے سے موجود ہے۔مثلاً ہم یہ
کہتے ہیں کہ انسان کی اصل جو ہے گوشت پوست کا وجود نہیں ہے۔ جیسے میں
نے جب تقریر کی تھی دو تین ہفتے پہلے آپ لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا کہ
انسان جو ہے وہ گوشت پوست کے وجود کا نام نہیں ہے۔اگر انسان گوشت
پوست کے وجود کا نام ہوتا اس کے اندر سے جب روح نکل جاتی تو جسم کی
حرکت کیوں ختم ہوجاتی۔اب یہی بات قرآن بھی کہتا ہے کہ بھئی ہم نے انسان
کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو خلاء سے بنایا ہے اور اس کے اندر
اپنی روح ڈال دی۔خلاء یعنی پتلا جب تک انسان تھا نہ حرکت تھی اس میں کسی
قسم کی نہ وہ چل سکتا تھا نہ وہ پھر سکتا تھا۔نہ محسوس کرسکتا تھا۔ جب
روح اس کے اندر آگئی اس کے اندر حرکت پیدا ہوگئی۔تو قرآن پاک کی اسی بات
کو جب ہم اردو زبان میں کہتے ہیںیا اس کو مثالوں سے بیان کردیتے ہیںیا اللہ
تعالیٰ کے فرمان میں تھوڑی سی وضاحت یا الفاظ شامل کردیتے ہیںتو اس کا
مطلب یہ نہیں ہوا کہ ہم کوئی نئی چیز ہم نے ایسی چیز جو ہمیشہ سے
چھپائی جاتی رہی ہو ہم نے وہ کھول دی ہو۔ایسی کوئی بات نہیں ہ بات صرف
اتنی سی ہے کہ ہم سے پہلے جو بزرگ تھے ہم سے پہلے کے جو بزرگ تھے ان کے
سامنے جو عوام الناس تھے ان عوام الناس میں شعوری سکت کم تھی۔ آج کے
دور میں سب جانتے ہیں کہ شعوری سکت بڑھ گئی ہے سائنسی ایجادات کی
بنیاد پر۔ پہلے زمانے کے لوگ ریڈیو بھی نہیں جانتے تھے اب بہت کچھ سائنس کے
بارے میں جانتے ہیں۔ بغیر پڑھے لکھے جانتے ہیں۔جو پڑھے لکھے ہیں وہ بھی جانتے
ہیں جو پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔علم سینہ تو عام پہلے بھی تھا۔
وہ پہلے فرق یہ تھا کہ ایک محدود حلقے میںوہ سکھایا جاتا تھا۔اور محدود حلقے
میں اس کو بیان کیا جاتا تھا اس لئے کہ انسانی شعوری سکت کم تھی۔اب آپ یہ
دیکھیں ماشاء اللہ یہاں اتنے سارے لوگ بیٹھے ہیں جو پچاس سال کی عمر کے
ہیں یا چالیس سال کی عمر کے ہیںوہ اپنا بارہ سال کا یا چودہ سال کی عمر کا

وقت یاد کریں اور اس زمانے کو جو بچے ہیں بارہ سال کے چودہ سال کے ان سے ٹیلی کریں ان سے موازنہ کریںتو صاف پتہ چلتا ہے کہ جب ہم بارہ تیرہ سال کے بچے تھے اس وقت کے بچے میں اور آج کے بارہ تیرہ سال کے بچے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔وہ ذہین بھی ہے۔ وہ زیادہ اس کی نالج بھی ہے۔مثلاً آج کل ایک تین سال چار سال کا بچہ وی سی آر چلالیتا ہے ٹی وی کھول لیتا ہے ، ریڈیو چلالیتا ہے۔اسے سب چینل کا پتہ ہے۔اور اس زمانے میں سترہ اٹھارہ سال کے بچوں کو ان چیزوں کا پتہ ہی نہیں تھا۔اس لئے کہ اس کے سامنے نہ ٹی وی تھا، نہ وی سی آر تھا نہ اس قسم کی کوئی چیز تھی۔سائنسی ایجادات سے ہوا یہ کہ انسانی شعور کی سکت بڑھ گئی۔اب چونکہ سکت بڑھ گئی۔اور وہ بات جو اب سے سو سال پہلے یا ساٹھ سال پہلے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی اب ذہنی بلوغت کی وجہ سے وہ بات سمجھ میں آنے لگی ہے۔تو جب بات سمجھ میں آنے لگی تو اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جیسے جیسے شعوری ارتقاء ہوتا ہے اسی مناسبت سے علوم بھی زیادہ سے زیادہ سامنے آتے ہیںاور زیادہ سے زیادہ لوگ علوم سے آراستہ ہوتے رہتے ہیں۔پہلے زمانے میں جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ شعوری سکت کم تھی اس لئے ان ہی لوگوں کے سامنے علوم بیان کئے جاتے تھے جن میں شعوری سکت تھی۔اب صورت یہ ہے کہ اس زمانے کے اور اس زمانے کے حالات کا اگر موازنہ کیا جائے اس زمانے میں لوگوں کا شعور بہت بالغ ہے بہت ہوشیار ہیں، بہت ذہین ہیںلہٰذا وہ علوم کھول کر بیان کئے گئے۔ عظیمی سلسلے کی بنیاد جو ہے وہ بھی وہی ہے کہ اس دور کے مطابق، اس سائنسی دور کے مطابق ، اس بالغ شعور کے مطابق اللہ تعالیٰ کے علوم کو پیش کیا جائے لوگوں کے سامنے۔اب جب تحریروں سے لوگ سمجھ سکتے ہیںبغیر تیاری کے بھی جب لوگ سمجھ سکتے ہیںاس کو چھپانا سوائے مکر کے کیا ہوسکتا ہے؟ حضور قلندر بابا اولیائ نے یہ پروگرام بنایا کہ نوع انسانی کی جتنی شعوری سکت بڑھ رہی ہے اس شعوری سکت کو سامنے رکھتے ہوئے روحانی علوم کو تحریری اور تقریری طور پر ظاہر کیا جائے اور لوگوں کے سامنے لایا جائے۔تاکہ لوگ اس سے متاثر ہوں لوگ اسے سمجھیں۔ مثلاً اب یہ دیکھیںہم یہ کہتے ہیں کہ صاحب جسم کے اوپر ایک روح ہوتی ہے روح ہے تو سب کچھ ہے روح نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔غیر مسلم سائنسدانوں نے یہ کمال کیا کہ وہ جو روح ہمیں نظر نہیں آتی ہم صرف زبانی ہی تذکرہ کرتے ہیںانہوں نے اس کے فوٹو لے لئے ہیں۔اورا اس کا نام رکھا انہوںنے۔باقاعدہ فوٹو لیتے ہیں ... معلوم نہیں آپ نے شاید ... اخباروں میں آتا رہتا ہے رسالوں میں آتا رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے روشنی کا ایک پورا ہیولہ ہے آدمی کے اوپر اور اس میں ایسے ایسے لائٹیں جل رہی ہیں۔تو اب ایسے وقت میں جبکہ غیر مسلم لوگ جو روحانیت کو تسلیم بھی نہیں کرتے وہ روح کے اوپر جو روشنی کا غلاف ہے اس کی تصویر لے لیتے ہیں۔ اب یہ لازم ہوگیا ہے ان لوگوں کے اوپر ان کے فرائض میں شامل ہوگیاکہ جو لوگ یہ جانتے ہیںکہ یہ علم کیا ہے وہ اس کو بیان کریں۔اس کو بیان کریں

اس کو سمجھائیں، اس کو تحریری طور پر سمجھائیں، تقریری طور پر
سمجھائیں۔ اس کے لئے ایسے لوگ تیار کریںجو لوگ جو ہیں وہ ان علوم کو ظاہر
کرسکیں۔تو ہم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ پہلے یہ جو علوم منتقل ہوتے تھے
روحانی محدود ہوتے تھے۔ہوتے ضرور تھے۔اگر یہ علوم منتقل نہ ہوتے۔ حضرت
داتا گنج بخش ہیں، خواجہ غریب نواز ہیں، بابا فرید ہیں اور بڑے بڑے اولیاء اللہ،
لعل شہباز قلندر ہیں، بو علی شاہ قلندر ہیں،رابعہ بصری ہیں۔ بے شمار نام
ایسے ہیں۔ تو اگر یہ وہ لوگ علوم نہ سکھاتے تو ان میں سے کوئی بھی آپ کے
سامنے نہ آتا۔بات یہ نہیں اس وقت صرف محدودیت تھی۔اب حضور قلندر بابا
اولیائ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے علوم عطا کئے کہ انہوں نے نوع انسانی کی سکت
کاایک میزان توازن کی کہ انہوںنے نوع انسانی کی سکت کتنی ہے۔ کس قدر اگر
اس کو تحریری طور پر یا تقریری طور پر علوم اس کے سامنے رکھے جائیں تو
کس قدر ان کو سیکھ سکتا ہے۔اسی حساب سے انہوں نے اس روحانی علوم کو
تحریری اور تقریری علم بنادیا۔ لیکن یہ تحریری اور تقریری علم بھی علم سینہ
ہی ہوگی۔ بھئی اگر ہم اس کو بیان ہی نہ کریںآپ لوگ کیسے سمجھیں گے یا
میں کیسے سمجھوں گاکہ بھئی یہ روحانی علوم بھی کوئی علم ہے۔یہ جتنے بھی
علوم ہے وہ دراصل علم سینہ کے طور پر ہی استعمال ہوتے ہیں۔اب جیسے ایک
بچہ ہے بچہ وہی زبان بولتا ہے جو ماں بولتی ہے۔ماں مادری زبان سکھانے کے
لئے بچے کو نہ تختی استعمال کرتی ہے نہ کاغذ استعمال کرتی ہے نہ قلم
استعمال کرتی ہے۔نہ اسے یہ بتاتی ہے کہ بیٹا یہ اس طرح گول چیز ہے اس کے
اوپر سوراخ ہے اس کی چھوٹی لکیر اس کو کہتے لوٹا۔ کبھی یہ نہیں کہتی کہ
صاحب کبوتر کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں، دو پر ہوتے ہیں، چونچ ہوتی ہے ۔ وہ
کبوتر بچے کو وہ کہتی ہے یہ کبوتر ہے یعنی اس کے لئے وہ کوئی مادی وسائل
استعمال نہیں کرتی یا وہ کبوتر کو پہلے کاغذ پہ بنائے پھر کہے۔ دیکھو یہ کبوتر
ہے۔ جب بچہ سمجھ جائے جب جاکر اس کو کبوتر کے پاس لے جاکر دکھائے
اورکہے وہ جو ہم نے کبوتر بتایا تھا دیکھو وہ یہ کبوتر ہے۔تو ہم تو علم سینہ میں
ہی بھئی سارا گزارا کر رہے ہیں ماںکی زبان بھی علم سینہ ہے۔ماں کی زبان کو
کبھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ بھئی وہ کاغذ قلم لے کر ماں پہلے دن سے بیٹھ گئی
وہ تو بچہ سنتا رہتا ہے ماں سے ماں باپ سے باپ سے بھائیوں سے ، بہنوں
سے ،پھوپھی سے، چچا سے۔ وہ سنتا رہتا ہے بچہ اسے قبول کرتا رہتا ہے ۔ اور
علوم یعنی مادری زبان کا جو علم ہے حاصل کرلیتا ہے۔اسی طرح سے آپ نے سنا
ہوگا دیکھا ہوگا ان شعراء حضرات کو شاعر کو کہ بعض بالکل ہی پڑھے لکھے
نہیں ہوتے لیکن ایسے ایسے عمدہ شعر کہتے ہیںکہ بڑے بڑے استاد بھی کہتے ہیں
کہ بھئی دیکھو یہ آدمی نے کیا شعر کہہ دیا۔یہ ایک اصطلاح ہے محض کہ علم
سینہ ہے۔ علم سینہ یہاں سب ہے۔اور علم سینہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔بات
یہ ہے کہ علم سینہ بھی آدمی جب ہی سیکھتا ہے کہ جب کوئی اسے سکھائے۔
بس بنیادی فرق یہ ہے کہ اس میں وہ کاغذ، قلم، دوات کا سہارا نہیں لیتا۔اب

ایسے جیسے میں یہاں تقریر کررہا ہوںمجھے میرے پیر و مرشد حضور قلندر بابا
سے جو کچھ منتقل ہوا تصرف کے ذریعے وہ میں نے آپ کو بیان کردیا۔اب اسی
بیان شدہ چیز کو آپ کاغذ پہ لکھ لیں۔ یہاں ٹیپ ہورہا ہے۔ یہ بھی کاغذ پہ لکھا
جارہا ہے۔ ایک طرح سے ۔ بھئی ایک ریکارڈ یہ ہے کہ آپ کاغذ قلم سے لکھ لیں
ایک ریکارڈ یہ ہے کہ ٹیپ ہورہا ہے۔اس میں کیافرق ہوا؟ کتاب جب ڈائجسٹ
آپ لے کر پڑھیں گے تب بھی آپ کے سامنے وہی بات آئے گی جوکہی جاچکی ہے۔
اور جب آپ ٹیپ سنیں گے اس میں کوئی لکھنا یا حروف زیر بحث نہیں آتے لیکن
وہی الفاظ جو کاغذ پر لفظوں کی شکل میںمنتقل ہوگئے اب وہی الفاظ براہ
راست آپ کے کانوں میں منتقل ہوگئے۔یہ علم سینہ جو ہے یہ ایک اصطلاح ہے
اور ایسی اصطلاح ہے کہ جس کے بارے میں میری سمجھ میں تو کوئی بات آئی
نہیں کہ علم سینہ کچھ ہوتا ہے۔اور اگر علم سینہ ہوتا ہے تو سبھی کچھ علم
سینہ ہے۔ہم نے یہ جو تحریری اور تقریری سلسلہ جو شروع کیا ہے اس کی بنیاد
یہ ہے کہ اس زمانے میںچونکہ انسانی شعور بالغ ہوچکا ہے تو یہ فرض ہے ہر
اس بندے پر ، ہر اس مسلمان پر جو حضور پاک ﷺ کے علوم میں سے علم لدنی کے
علوم میں سے ، روحانی علوم میں سے ، سماواتی علوم میں سے کچھ بھی جانتا
ہووہ لوگوں تک پہنچائے۔اگریہ سلسلہ نہیں ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ
ایسے چند لوگ بھی نہیں ہوں گے کہ جو یہ کہہ سکیںکہ صاحب ہمارے بزرگوں
کے پاس بھی علوم تھے۔سائنس ہی سائنس ہوگی۔ مادیت ہی مادیت ہوگی
ہرجگہ۔تو تحریری اور تقریری علوم کا رائج ہونا ہے جو حضور قلندر بابا نے جو
کیا ہے وہ اس لئے کیا ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ روحانی علوم سے استفادہ
کرسکیں۔پہلے یہ ہوتا تھا کہ خواجہ غریب نواز اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں
حاضر ہوئے اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت ہوئے ۔ چالیس سال کی عمر میں
انہیں اس بات کی اجازت ملی کہ وہ اپنے پیر و مرشد کے پاس بیٹھ کر علم سیکھ
سکیں۔ بائیس سال وہ پانی بھرتے رہے۔ خانقاہ میں۔ بائیس سال تک ان کی ذہنی
تربیت ہوتی رہی۔اور بائیس سال کی ذہنی تربیت کے بعد ان کی تعلیمات شروع
ہوئیں۔ظاہر ہے جب ان کے پیرومرشد نے انہیں علوم سکھائے انہوں نے لکھا بھی
ہوگا، نوٹ بھی کیا ہوگاکہ اس کو محفوظ رکھیں۔ اب اس زمانے میں بائیس
سال تو بہت بڑی بات ہے لوگوں کے پاس بائیس گھنٹے نہیں ہیں۔ اتنا آدمی مادی
جکڑ بندیوں میں بندھ گیا ہے کہ اس کے پاس وقت ہی نہیں ہے اس بیچارے کو
کھانے کا نظام صحیح نہیں ہوتا ، بچوں کی تعلیم کا نظام صحیح نہیں ہوتا ۔ وہ
دنیا میں اس قدر یعنی مصرو ف ہوگیا۔ اس قدر قیدہوگیاکہ وہ تو اگر پانچ منٹ
یا دس منٹ نماز کے لئے نکالتا ہے تو پانچ دس منٹ میں اس کا ذہن دنیا سے نہیں
نکلتا۔آپ نے دیکھا ہوگا ناں کہ بس نماز کی نیت باندھی بس نیت باندھی اور
شروع ہوگئے کہ وہ حرام زادہ ہے وہ حلال زادہ ہے وہ منافق ہے، وہ خبیث
ہے،اس نے میرے ساتھ دشمنی کی، میں اس کے ساتھ وہ کروں گا، وہ میرے پیسے
مارلئے، مجھے وہاں سے رشوت ملے گی، وہاں سے میرا انٹرسٹ اتنا آجائے گا ، وہ

شروع۔ یعنی نیت باندھتے ہی شروع۔تو میں تو یہ حیران ہوں کہ بائیس سال ...
اللہ اکبرکیسے یہ عظیم بند ہ تھے کہ بائیس سال انہوں نے پیر و مرشد کی
خانقاہ میں اس انتظارمیں گزار دیا کہ میری کلاس شروع ہوگی۔اب اس زمانے
میں بھائی نہ کسی کے پاس وقت ہے۔ نہ دلچسپی بھی نہیں ہے۔ لوگوں کو۔ لوگ
تو یہ سمجھتے ہیں کہ بس دنیا ہی سب کچھ ہے۔حالانکہ تجربہ یہ ہے کہ دنیا
کچھ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ جو ہیں وہ دکھاتے رہتے ہیں۔ مثلاً ابھی آپ نے شہنشاہ
ایران کو دیکھا۔افغانستان کے بادشاہ کو دیکھا۔ مصر کے بادشاہ کو دیکھا۔اور بے
شمار مثالیں آپ کے سامنے آتی ہیں۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں ان کے پاس روپے
پونڈ، مر گئے تو کچھ بھی ساتھ لے کرنہیں گئے۔ یہی ہمارا حال ہے کہ ہم کتنا
ہی بڑا گھر بنالیں، کتناہی بڑا کاروبار کرلیں۔ ملک الموت جب آجائیں گے تو اس
سے کہیں کہ بھئی ایک سیکنڈ ہمیں دے دے بھائی وہ کہے گا اب وقت نہیں ہے۔
اب چلو۔بھئی میں نے گھر بنایا ہے۔ اتنی محنت سے بنایا ہے ، اس میں بے ایمانیاں
کیں،مکاریاں کیں، بینک سے سود لیا۔ لوگوں کے حقوق تلفی کی۔ایک دفعہ تو
دیکھنے دے بھائیے وہ کہے گا بس اب چلو بس اب نہیں ، یہ ہمارے تجربات ہیں۔
ان تجربات کی بنیاد جو ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔یہ سب عارضی چیزیں
ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہم کبھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتے کہ بھئی
ہمیں تو جانا ہے۔ ہم کیا پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ کے لئے اس چوبیس گھنٹے بکواس
میں برباد ہوتا ہے۔ ہمارا ذہن اتناہی کرلے کہ چوبیس منٹ ہی اللہ کے لئے نکال
لیں۔پانچ وقت کی نماز میں زیادہ سے زیادہ چوبیس ہی منٹ خرچ ہوتے ہوں
گے۔ان چوبیس منٹ میں بھی میرا تو خیا ل ہے۔ ایک منٹ بھی آدمی کا ذہن صحیح
معنوں میں جس کو کہنا چاہئے اللہ کی طرف متوجہ ہوتاہے۔ اس دنیا سے ہٹ
جاتا ہے۔ ایک منٹ بھی نہیں۔تو اب اس زمانے میں ہم وہ پرانی پریکٹس کریںکہ
بائیس سال بھائی آکر یہاں پانی بھرو ، جھاڑو دو مسجدمیں پھر ہم کچھ سکھائیں
گے۔یہاں تو میرا خیال ہے۔ آدمی آدمی دیکھنے کو ترس جائیگے بندے ہی کوئی
نہیں ہوگا۔تو اگر ہم ان علوم کو تحریری اور تقریری طور پر عام نہ کریںتو پھر
بات تو کچھ بنتی نہیں ہے۔حضورقلندر بابا اولیا نے اس بات کو سمجھ لیاکہ وہ
بہت بڑے روحانیت کا جو سب سے بڑا مقام ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے بعد اس پر وہ فائز ہیںتو ایسے لوگ بڑے ماہر نفسیات ہوتے ہیںانہوں نے نوع
انسانی کی نفسیات کو سمجھ کر ایسے اسباق تجویز کئے ایسی تحریریں اور
تقریریں چھوڑ دی ہیںکہ جن سے لوگ متوجہ ہوں اور کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ
دنیا اللہ کا نام لینے والوں سے بالکل ہی خالی ہوجائے۔ اگر ایسا ہوگیا کبھی ،
خدا نہ کرے ایسا ہوتو دنیا پھر قائم ہی نہ رہے گی دنیا پھر ختم ہوجائے گی۔
ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ جب اللہ کا نام لینے والے بندے نام لینے سے مراد زبانی
نام لینا نہیںزبانی نام تو مسلمان بہت لیتا ہے۔ ہروقت دعائیں۔ جتنی لمبی دعا
ہوگی ، جتنی وہ آدمی گاکر دعا کرے گابھئی فلانمولوی کو بلاؤ فلانحافظ صاحب
کو بلاؤ وہ دعا بڑی اچھی کراتے ہیں۔ اب بتائیے دعا اچھی کراتے ہیں۔ دعا اچھی

سے کیا مطلب ہے؟ یعنی خوب روتے ہیں خوب ...ے اور دعا کا یہ حال ہے کہ دعا
تو قبول ہی نہیں ہوکر دے رہی ہے۔وجہ صرف یہ ہے کہ یہ ساری زبانی جمع
خرچ ہے۔۔تو اگر یہ زبانی جمع خرچ کا نام ہی اسلام ہے اور اندر اس کے کچھ
اترتا ہی نہیں ہے اللہ کے لئے تو یہ دنیا ختم ہوجائے گی۔ یہ دنیا ایک دفعہ کیا وہ
کیا ابن عربی کا ایک کتاب میں تھا انہوں نے کہا کہ کوئی بزرگ ملے انہیں خانہ
کعبہ میںانہوں نے کہا صاحب آپ کا کیا نام ہے؟ انہوننے کہا میرا یہ نام ہے۔ابن
عربی نے کہا بزرگ کا جو نام میں نے سنا وہ تو ہزاروں سال پہلے گزرے ہیں۔ تو
کہنے لگے ہم وہی ہیں۔ کہنے لگے صاحب وہی ہییہاں کیسے بیٹھے ہیں؟ کہنے
لگے بس بیٹھا ہوں۔کہنے لگے اچھا صاحب جب آپ اتنے ہزاروں سال پہلے دس
ہزار یا بیس ہزار سال پہلے آپ یہ تو بتاؤ یہ آدم کا زمانہ ختم ہوگیا۔ طوفان
نوح آگیا۔ کہنے لگے بھئی تو کون سے آدم کی بات کررہا ہے بھئی اس زمین پہ
کتنے آدم آئے گزر گئے۔کتنی دفعہ دنیا ختم ہوئی دوبارہ آباد ہوئی۔تو بات یہ ہے
کہ جب اس زمین پر اللہ کے نام لینے والے بندے یعنی دل سے نام زبانی نہیں زبانی
جمع خرچ تو ہم بہت زیادہ کرتے ہیختم ہوجاتے ہیں تو یہ دنیا ختم ہوجاتی ہے۔
تو حضور قلندر بابا اولیا نے یہ کہا کہ یہ تو دور ایسا آرہا ہے کہ لوگوں کو اگر یہ
کہا جائے کہ بھئی دس روپے لے لو اور اللہ کا تو نام لے رہا ہے اللہ نے تجھے روٹی
دے سکتا ہے نہ کپڑے پہنا سکتا ہے ، نہ پیسے دے سکتا ہے وہ کہے گا تو باؤلا
ہوگیا ہے میں نہیں لیتا پیسے۔ اللہ کے نام کا آدمی لے ہی اس لئے رہا ہے کہ وہ
کہتا ہے اللہ پیسے دیتا ہے۔اللہ پیسے چھین بھی سکتا ہے۔ اللہ بادشاہت دیتا ہے
اللہ بادشاہت چھین بھی سکتا ہے۔اب اللہ کا بھی نام آدمی مادی مفاد کے تحت
لیتا ہووہ دنیا کیسے قائم رہے گی۔انہوں نے کہا یہ تو بالکل مادی دور ہے اور
آدمی کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں رہا۔ اگر ان علوم کو تحریری اور تقریری طور
پر عام نہیں کیا گیاتو لوگوں کی تعداد روز بروز گھٹتی چلی جائے گی اور اللہ جانے
کس وقت اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے یہ دنیا کس وقت ختم ہوجائے۔مجھ سے
حضور سے اسی بات پہ گفتگو ہورہی تھی روحانیت کے اوپر کہ صاحب لوگوں
میں مادیت بہت زیادہ آگئی ہے اور یہ ہوگیا ہے اتنے مسلما ن ہیحضور پاک ﷺ کے
زمانے میں تو چند سو تھے۔اب تو ایک ارب ہیں ، نوے کروڑ مسلمان ہیں دنیا
میں۔ اب نوے کروڑ مسلمان ہیں لگتا ہے مسلمان ہیں ہی نہیں جہاں دیکھو مار
رہے ہیں۔ افغانستان میں مار کر چلے گئے ، عراق میں مار کر چلے گئے۔لاکھوں
آدمی یہاں مرگئے۔ لاکھوں وہاں مرگئے۔لاکھوں وہاں مرگئے۔ لاکھوں وہاں
مرگئے۔مسلمان اس کو محسوس ہی نہیں کرتا کہ میرا بھائی ہے۔ میری بات
ہورہی تھی انہوں نے کہا یہ ساری زبانی جمع خرچ ہے اندر سے کوئی آدمی اللہ
کو نہیں مانتا۔یہ سب جھوٹ ہے۔اور یہ فرمایاکہ حضور علیہ الصلوٰۃوالسلام کے
زمانے میں مسلمانوں میںپچیس فیصدی روحانی لوگ ہوتے تھے۔یعنی اگر سو
مسلمان تھے تواس میں پچیس مسلمان روحانی ہوتے تھے۔اور اس دور میں
صورتحال یہ ہے کہ ساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوں میں ایک آدمی روحانی ہوتا ہے۔

یعنی حضور پاک ﷺ کے زمانے میں پچیس فیصدی ، سو میں سے پچیس لوگ اللہ کو
جانتے تھے،جانتے تو سب ہی تھے، حضور پاک ﷺکے ساتھ رہنے والے تھے، یعنی اللہ
کو جاننا ہے، جس کو روحانیت کہتے ہیں،سو میں سے پچیس تھے،اور اس دور میں
اس مادیت کے دور میںساڑھے گیارہ لاکھ آدمیوںمیںایک روحانی آدمی ہوتا ہے۔اگر
اس علوم کو عام نہ کیا جائے یہ تو تعداد اور بھی گھٹے گی ہوسکتا ہے، کل کو
چودہ لاکھ آدمیوں میں ایک ہونے لگے یا بیس لاکھ آدمیوں میں ایک ہونے لگے۔ اب
غور طلب بات یہ ہے یہ ہم سب کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ جب نمازبھی
وہی ہے، نماز میں کوئی تبدیلی نہیںآئی ، حضور پاک ﷺ کے زمانے میں جو نماز تھی
اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی وہی ہے۔ اب یہ کہ کوئی ہاتھ چھوڑکے پڑھتا ہے،
کوئی ہاتھ باندھ کے پڑھتا ہے۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا،نماز نماز ہے، نماز کا
مطلب ہے، رکوع سجود اور قیام،اب یہ نماز وہی ہے۔ یعنی حضور پاک ﷺ نے ہاتھ
چھوڑ کے بھی پڑھی ہے ، حضور پاک ﷺ نے ہاتھ باندھ کے بھی پڑھی ہے۔تو
بہرحال وہی ہے، نماز ، وہی سبحان ربی الاعلیٰ ہے، وہی سبحان ربی العظیم
ہے۔وہی اللہ اکبر ہے، وہی سورۃ فاتحہ ہے ، وہی سورۃ اخلاص ہے ، اس
میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہی مشرق ہے، وہی مغرب ہے،وہی فجر ہے،
وہی ظہر ہے، سب وہی ہے۔آپ غور کریں جب سب کچھ وہی ہے، کلمہ بھی
وہی ہے، یہ بھی نہیں ہے کہ حضور پاک ﷺ کے زمانے میںلا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ تھا اب کوئی اور کلمہ ہوگیا،کلمہ ابھی بھی وہی ہے،بیت اللہ
شریف حضور پاک ﷺ کے زمانے میں بھی وہی تھا آج بھی وہی ہے۔جس طرح لوگ
طواف حضور پاک ﷺ کے زمانے میں کرتے تھے آج بھی کرتے ہیں، آج زیادہ کرتے
ہیں،پاس زمانے میں کم کرتے تھے،لیکن اس کے باوجود اللہ کو جاننے اور پہچاننے
والوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔کیوں آخر؟وجہ صاف ظاہر ہے،
ہم جب نماز پڑھتے ہیںنماز میں ہمارا دل ہی نہیں لگتا،جب ہم اللہ کا ذکر کرتے
ہیں اللہ بہت بڑا ہے، تو زبان تو کہتا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، اصل میں تو بڑا وہ ہے،
جو ہمیں پیسے دے رہا ہے۔ہمارا سیٹھ ہمارا یہ ہمارا وہ،بڑا وہ ہے، جس کے
پاس بہت ساری دولت ہے۔غریب آدمی کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔حالانکہ
قرآن یہ کہتا ہے، کہ بڑائی تو اس کو زیب دیتی ہے، جس تقویٰ حاصل ہو۔ان
اکرمکم عند اللہ اتقکم... ، تو یہ سب جو ہے، ہمارے ذہن جو ہیں بالکل خراب
ہوگئے ہیںا ن کے اندر سے یقین نکل گیا ہے۔منافقت ان کے اندر پوری طرح رچ
گئی ہے۔اللہ کا ہم تذکرہ بھی کرتے ہیںسب جھوٹ ہے، نماز پڑھتے ہیں وہ بھی
جھوٹ ہے۔بھئی جب ہم نے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی یا چار رکعتیں پڑھیں دن
میںعصر کی اور اس چار رکعتوں میں آٹھ سجدے ہوتے ہیںآٹھ سجدوں میں ایک
سجدے میں بھی اگر اللہ کے ساتھ ہمارا ذہن شامل نہیں ہوا تو وہ نماز تو نہیں
ہوئی، جبکہ ہم اپنے کاروباری زندگی کا مطالعہ کرتے ہیںحساب کتاب آدمی کرتا
ہے، مجال ہے ذرا ادھر سے ادھر فیگر ہوجائے ایسی سیدھی وہ آئے گی میزان،آپ
کوئی کام کریں گے ایسا انہماک ہوگا اس میں کہ جناب آپ کے پاس کوئی آدمی

چلا جائے اس سے بات بھی کریگے اسے چائے بھی پلائیں گے۔ وہ دوسرے تیسرے دن
ملے گا بھئی میں تمہارے پا س گیا تھا آپ نے کچھ دھیان نہیں دیاآپ نے چائے بھی
پلائی تھی۔اب بندہ اس کو یاد ہی نہیں آرہا ہے ایسا ہوتا ہے۔اور اللہ کا معاملہ
ایسا ہے جب آپ اللہ کی متوجہ ہوں گے اللہ کی طرف کبھی ذہن منتقل ہوتا
ہی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارا حج ،
ہماری زکوٰۃ وہ سب جو ہے ایک مادی اعتبار سے تو ٹھیک ہے لیکن اس کے اندرجو
یقین ہونا چاہئے وہ نہیں ہے اس کے اندر جو اللہ کی قربت ہونی چاہئے وہ نہیں
ہے۔اور وہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم روز بروز اللہ سے دور ہوتے چلے جارہے
ہیں۔اب اس میں ایک یہ بھی کہاجاتا ہے کہ بھئی اولیاء بھی ہیں جن کو اللہ نے
علوم سکھادئے ہیں تو وہ کسی کو بتاتے نہیں۔ان کے پاس جانے کا فائدہ کیا۔وہ
تو چند مخصوص لوگ ہیں انہیں سکھادیتے ہیں۔تو حضور قلندر بابا اولیا نے یہ
سوچ کر سمجھ کر کہ روحانی علوم کو تحریری شکل میںمنتقل کیا نوع انسانی
کے لئے تاکہ نوع انسانی اپنی ذہنی بالیدگی کے مطابق ، اپنے بالغ شعور کے مطابق
ہے .... (Noise) ... ان علوم سے استفادہ کرے۔ ان علوم

ہم کیوں پریشان ہیں؟ ہم کیوں بے سکون ہیں؟۔ہم کیوں اللہ سے ڈرے ہوئے اور
سہمے ہوئے ہیں؟ بات یہ ہے کہ ہم نے مادی زندگی کے طریقے پراللہ اور اللہ
کے رسول ﷺ کے احکامات کو بھی مادی وظیفہ سمجھ لیا۔یعنی جسمانی وظیفہ
سمجھ لیا۔حالانکہ نماز ....۔نماز تو وظیفہ ہی روحانی ہے۔نماز کا مطلب یہ
ہے کہ جب آپ نے کھڑے ہوکر ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ دیا۔تو اب دنیا کی ہر چیز
اللہ سے چھوٹی ہے۔ جب آپ نے کہہ دیا اللہ بڑا ہے تو اللہ بڑا ہے ۔اب آپ زبان
سے کہہ رہے ہیں اللہ بڑا ہے دماغ سے کہہ رہے ہیں سیٹھ بڑا ہے۔یہ کس قدر
منافقت ہے۔اور اسی منافقت کا جو صلہ مل رہا ہے وہ دیکھئے ساری دنیا میں
سب سے زیادہ ذلیل ترین قوم مسلمان قوم ہے۔کیسی بدنصیبی ہے۔ کیسا المیہ
ہے کہ رسول ہمارا اللہ کا محبوب دوست، اللہ کا محبوب بندہ رحمة للعالمین
جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات بنائی۔ جو ساری کائنات کو سنبھالے ہوئے
ہے اس سے ہمارا رشتہ ہے ہ اس سے ہماری نسبت ہے اور ہم دنیا میں ذلیل و
خوار ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کا اللہ سے ایک تعلق ہوتا ہے ہ مسلمان
کی پہچان یہ ہے کہ مسلمان اللہ کو جانتا ہے اور اللہ مسلمان کو جانتا ہے۔یہاں
صورت یہ ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ ہمارا ہے ہی نہیں اللہ ہے غیر مسلموں
کا۔جب سوچتے ہیں تو عجیب حیرانی ہوتی ہے۔اب دیکھیں بچپن سے ایک ہی
دعا میں نے سنی ہے یا اللہ یہودیوں کابیڑا غرق کردے۔یا اللہ بنی اسرائیل نہ بنے۔
کیا ہوا ان دعاؤں کا۔دیکھئے بنی اسرائیل بن گیا اور بنی اسرائیل ایسا بن گیا کہ
اس نے عالم اسلام کو ایک عذاب میں مبتلا کردیا ہے۔فلسطین میں دیکھ لو ، ادھر
دیکھ لو۔ امریکہ میں کیا امریکہ کا مطلب ہی بنی اسرائیل ہے۔میں کوئی
سیاسی بات نہیں کہہ رہا ہوں بات سیدھی سی ہے کہ ایک دعا جو ساٹھ سال
سے جو برابر ہر منبر سے ، ہر مسجد سے ، ہر مدرسے سے ، ہر مصلے سے سن

رہا ہوں ساٹھ سال سے وہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ بھئی کیوں قبول نہیں ہوئی؟
کبھی یہ بھی تو سوچنا چاہئے آخر ایک دعا پوری عالم اسلام کروڑوں، کروڑہا
کروڑ آدمی دعا کررہا ہے اور وہ دعا قبول نہیں ہورہی۔ کیوں قبول نہیں
ہورہی کیانعوذ باللہ اللہ پہلے سنتا تھا اب نہیں سنتا؟ کیا ہمارے جو
اسلاف تھے وہ وہاں سے آسمانی مخلوق تھے؟ بھئی جیسے ہمارے اسلاف پیدا
ہوئے اپنے ماں باپ سے ایسے ہم بھی پیدا ہوئے۔وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے
اسلاف جو تھے ان میں منافقت نہیں تھی۔جب وہ اللہ اکبر کہتے تھے تو ان کے
یقین میں یہ بات ہوتی تھی کہ ہاں اللہ ہی بڑا ہے اور دنیا کی ہر چیز چھوٹی
ہے۔جب وہ کہتے تھے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو ان کے ذہن میں یہ
بات ہوتی تھی کہ بس اللہ کے علاوہ کوئی معبود ہے ہی نہیں۔اللہ کے علاوہ
کوئی ہستی نہیں ہے جو ہمیں رزق دے۔ اللہ کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہیں
ہے جو ہمیں اولاد دے۔اللہ کے علاوہ کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو ہمیں عزت
مرتبہ اور حاکمیت۔ اب صورت یہ ہے کہ زبان سے تو ہم بہت کچھ کہتے ہیں دل
ہمارا شامل ہی نہیں ہوتا۔اب دیکھیں ماشاء اللہ اتنے لوگ بیٹھے ہیں دیکھ لیں
جیسے ہی نماز کی نیت باندھی بس اللہ کی طرف تو ذہن آئے گا ہی نہیں شاید
ہی کسی ایک کا ذہن چلا جائے۔ اس میں میں بھی شامل ہوں۔اب وہ نمازیں
بھئی کیسے قبول ہوں گی؟ جب اللہ کے اوپر آپ کا یقین ہی نہیں ہے آپ کی دعا
کیسے قبول ہوگی؟ یہ جو روحانی علوم کو عام کرنا ہے وہ ایک کوشش ہے اللہ
کرے کامیاب ہو کہ کچھ لوگ سن کر مثالوں سے، کچھ شرمندہ ہوکر ، کچھ اپنی
مصیبتوں اور پریشانیوں کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کی آسائش و آرام کو دیکھ
کرمتوجہ ہوں کہ بھئی کیا وجہ ایسی ہوگئی ہے کہ ہمارے اسلاف اس دنیا میں
کیوں حکمراں تھے۔ہم کیوں غلام بن گئے اس وقت۔تو یہ اگر تحریری اور تقریری
علوم سامنے مسلمانوں کے نہ آتے میں سمجھتا ہوں حضور قلندر بابا اولیائ نے
نوع انسانی پر یہ بہت بڑا کرم کیا ہے ، احسان کیا ہے کہ انہوں نے وہ علوم عام
کردئے جو سائنس بھی نہیں کرپاتی۔جو سائنس بھی نہیں جانتی جہاں تک ابھی
سائنس نہیں پہنچی وہ علوم انہوں نے اس لئے منتقل کردئے کہ رسول اللہ ﷺ کی
امت کے جو لوگ ہیان کا ذہن ان سائنسدانوں سے اور بالغ ہوجائے اور باشعور
ہوجائے۔تاکہ وہ لوگ اس طرف متوجہ ہوجائیں تو یہ سائنسی چکاچوند میان
کی آنکھیں اندھی نہ ہوجائیں خیرہ نہ ہوجائیں وہ اپنے لئے نیا ایک راستہ نکالیں۔
ابھی دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا کرتے ہیں۔وہ ایک کتاب حضور قلندر باباولیاء نے لکھی
ہے ۔ اس کا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس کا انگریزی میں ترجمہ ہوا۔اور وہ کتاب
اب یورپ میں پہنچ گئی۔اب اس کی رپورٹ یہ ہے کہ وہاں کے جو سائنٹسٹ
ہیں جو ریسرچ کررہے ہیں انہوں نے اس کتاب کو اٹھالیا ہے اور وہ کہتے ہیں یہ
تو ایسی سائنسی کتاب ہے جو سائنس میں ہمیبڑی مدد دے گی یہ کتاب جہاں
ہم اٹکیںگے یہ ہماری رہ نمائی کرے گی۔ اب دیکھئے یہ بھی ہماری بدنصیبی ہے۔
کہ ہمارے بزرگ بھئی ہمارے ہی بزرگ ہوئے نانحضور قلندر بابا اولیاء ؟ ہمارے

رسول ﷺ کی اولاد انہوں نے ایک کتاب لکھی۔اب مسلمانوں میں چونکہ علم کا
ذوق ہی نہیں ہے مادیت منافقت ہی منافقت ہے۔ انہوں نے اس
کتاب کو ...پذیرائی ہوئی اس کتاب کی انہوں نے اس کتاب کو پڑھا بھی لیکن
انہیں کچھ سمجھ ہی نہیں آئی۔جب یورپ میں کتاب پہنچی انہوں نے جناب
سائنٹسٹوں نے اٹھالیا پتہ نہیں اس کا کیا رزلٹ آتا ہے ہوسکتا ہے کہ یہاں بھی
ہم محروم رہ جائیں اور وہ غیر مسلم ہی روحانیت کے راستے پر چلنے لگ
جائیں۔تو ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ جو علوم آپ کے سامنے بیان کئے جارہے
ہیں۔ پڑھی بھی جارہی ہیں۔ جگہ جگہ لائبریریاں بھی قائم کی جارہی ہیں۔
چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھے جارہے ہیں۔ بھئی اگر بڑی کتاب کے پڑھنے کا وقت
نہیں ہے چھوٹی پڑھو۔آسان سے آسان الفاظ میں آپ کو کتابچے دئے جارہے ہیں۔
مفت دئے جارہے ہیں۔بھئی ایک روپیہ قیمت ہے۔ چلو ایک روپیہ قیمت نہیں تو
ایک روپے میں توکوئی کھڑا بھی نہیں ہونے دیتا ہم کتاب دے رہے ہیں ایک روپے
میں کتابچہ۔۔۔ہم کہہ رہے ہیں ایک روپیہ نہیں مفت ہی لے لو پڑھو تو سہی۔اب
یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر اپنا فضل کیا، سیدنا حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ رحمت اللعالمین ہیں ان کی اولاد میں سے ایک اولاد
آپ کے سامنے آکھڑی ہوئی ہے تو یہ تحریری علم ہے اس کو آپ پڑھیں۔ آہستہ
آہستہ پڑھیں۔ آج سمجھ میں نہیں آئے گی کل سمجھ میں آئے گی۔ کل سمجھ
میں نہیں آئے گی پرسوں سمجھ میں آئے گی۔کوئی موٹی کتاب نہیں پڑھ سکتے
چھوٹی پڑھ لیں۔کتنی دفعہ میں یہاں کہتا ہوں بھئی آپ لوگ کتابیں پڑھا کریں
مجھ سے سوال کریں۔ جیسے اب کتابچے یہاں ملتے ہیں۔آپ وہ پڑھیںان کو سارے
کوئی بندہ کھڑے ہوکر کہے صاحب آپ نے ہفتے بھر پڑھتے رہیں غور کریں
جو کتاب لکھا ہے مراقبہ سے علاج اس میں فلاں فلاں جو ہے یہ سمجھ میں نہیں
آرہا یہ سمجھا دیں۔آپ نے جناب لکھا ہے کہ انسان اور آدمی میں انسان کیا چیز
ہے آدمی کیا چیز ہے اس کو میں نے پڑھا۔ اتنے سال ہوگئے میرے سامنے تو ایک
آدمی ایسا نہیں ہے لاکھوں کی تعداد میں وہ بانٹ دئے پمفلٹ ۔ اس کا مطلب یہ
ہے کہ یا تو لوگوں نے پڑھا نہیں، پڑھا ہے تو سمجھا نہیں۔ سمجھ میں نہیں آیا تو
اٹھا کے رکھ دی کتاب۔اب پڑھا تو ضرور ہوگا ۔ اتنی کتابیں کہاں گئیں اگر پڑھی
نہیں۔تو اس کا یہ ہے کہ میں نے یہ ایک سلسلہ دیکھئے اب زیادہ تر یہ ہوتا ہے
کہ لوگ آتے ہیں اپناعلماء آتے ہیں تقریر کی ہے اپناخوش کرکے چلے گئے۔میں تو
شروع ہی یہاں سے کرتا ہوںکہ بھئی مجھ سے کوئی سوال کرو۔کچھ پوچھو۔اب
آپ لوگ جو ہیں یہ تحریر اور تقریر جو سلسلہ عظیمیہ کے پلیٹ فارم سے آپ
لوگ منسلک ہیں۔ اچھا بڑے مزے کی بات ہے آپ اس کو چھپوانے میں بھی تعاون
کرتے ہیں۔ بھئی اگر آپ لوگ پیسے نہ دیں تو کہاں سے چھپے گی؟ آپ لوگ اس
کی تقسیم میں بھی تعاون کرتے ہیں۔ بھئی اگر آپ لوگ آپ لوگوں سے مراد
سلسلہ عظیمیہ کے لوگ ہیں اور ہمارے بہت سارے ہمدرد ہیں۔ بڑی محنت
کرتے ہیں بڑے ہی ادب احترام سے وہ کتابیں لے جاتے ہیں اپنے دوستوں کو دیتے

ہیں پڑھواتے ہیں۔لیکن علم کی حیثیت جو ہے وہ نہیں بن رہی۔ علم کی حیثیت
جب بنے گی جب آپ وہ جو ہماری کتابیں ہیں وہ جو ہماری تحریریں ہیکتابچوں
سے آپ شروع کریںاس کو پڑھیں۔ پڑھنے کے بعد ایک دفعہ پڑھیں، دو دفعہ پڑھیں،
تین دفعہ پڑھیں بھئی یہ کوئی انگریزی میں نہیں لکھی ہوئی ہے، ہندی میں
نہیں لکھی ہوئی ہے آپ کی مادری زبان اردو میں کتاب لکھی ہے۔بھئی جب میں
آپ سے بات کرتا ہوں تو آپ بات سمجھتے ہی ہیں۔ تو یہ جو زبان میں بات کرتا
ہوں اسی زبان میں کتاب بھی لکھی ہوئی ہے۔تو ان تحریروں تقریروں سے
فائدہ اٹھائیں۔خود پڑھیں اپنے بچوں کو پڑھوائیں، اپنے گھر میں پڑھوائیں۔ سوچیں
نہ سمجھ میں آئے تو یہاں آئے یہاں آکے سوال کریں۔ اب میں نے کئی دفعہ آپ
لوگوں سے یہ بھی کہا کہ بھئی جب آپ لوگ یہاں آیا کریںاپنے بچوں کا لائیں
ساتھ۔جوان بچوں کو لائیں چلئے آپ لوگ ہم لوگ بڈھے طوطے ہوگئے ہمارے
سمجھ میں نہیں آتی تو ہمارے بچے سنیں گے وہ کوئی سوال کریں گے۔کچھ تو
رسول اللہ ﷺ کے علوم کی آبیاری ہوگی۔ کچھ تو رسول اللہ ﷺ کے علوم پھیلیں
گے۔وہ کچھ بھی نہیں۔اپنا بڈھے بڈھے ٹہلتے ہیاب میں دیکھتا ہوں یہاں مسجد
وں میں فجر کے وقت چار یہ پانچ آدمی ہوتے ہیں وہ سارے بوڑھے ہوتے ہیں ایک
بھی جوان نہیںہوتا۔ اچھا ان بوڑھوں سے بچے سوال کرتے ہیں صاحب آپ نماز
پڑھ آئے کیا وہ کہتے ہیں ہاں میں پڑھ آیا۔ اچھا جی آپ نے دو سنتیں پڑھیں دو
فرض پڑھے فجر کے اٹھ کے گئے ٹھنڈے پانی سے وضو کیا یہ کیا اور وہ کیا۔چار
رکعتوں میںکتنے منٹ آپ کا ذہن اللہ کی طرف لگا؟ تو آپ ...باپ شرمندے ہوجاتا
ہے کہ ایک منٹ بھی ذہن نہیں لگا۔تو بھئی ایسے کام سے کیا فائدہ جب آپ ہی
کو فائدہ نہیں ہوا تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔اور یہ دل نہ لگنے کا مطلب یہ ہے کہ
ہمارا جو علم ہے وہ ناقص ہے۔علمی اعتبار سے ہم کمزور ہیں۔اگر ہم علمی
اعتبار سے کمزور نہ ہوتے اور علم سیکھنے کا ، علم پانے کا، علم کے اندر تفکر
کرنے کاہمارے اندر ذوق پیدا ہوجائے پھر ہمیں یکسوئی حاصل ہوجائے گی۔اور
جب ایک دفعہ ذہن یکسوئی کی طرف مائل ہوگیااور یکسو ہونے سے واقف
ہوگیاتو ظاہر ہے آپ کو ہر چیز میں یکسوئی ہوگی۔ نمازمیں بھی یکسوئی
ہوگی۔میری آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ یہ جو لٹریچر ہے اسے پڑھیں۔ بار
بار پڑھیں۔اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اسے یہاںآکر پوچھیں۔ کتاب کا حوالہ دے
کر پوچھیں۔ہمیں اس بات کی خوشی ہوگی کہ ہمارا تو مشن ہی یہ ہے کہ
حضور قلندر بابا اولیا رسول اللہ ﷺ کا وہ گمشدہ علم روحانی علم ، علم لدنی کا
علم جو سامنے نہیں رہاپردے میں چلا گیاہم اس کو ظاہر کردیتاکہ ہمارا اپنے
نبی ﷺ سے جسمانی، روحانی، قلبی تعلق قائم ہوجائے۔ اور اس کے بعد اللہ سے
ہمارا قلبی تعلق قائم ہوجائے۔ اور یہ ذلت اور رسوائی جو ہے مسلمانوں کی
اس سے ہم نکل کر پھر اسی طرح حاکم بن جائیں جس طرح ہمارے اسلاف اس
دنیا میں حکمرانی کرتے تھے اور دوسرے لوگ ہمارے خوش ...۔ اللہ تعالیٰ ہمیں
توفیق عطا فرمائے پڑھنے کی ، سمجھنے کی، عمل کرنے کی۔ (آمین)۔